ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

دورِ جدید کے مسائل کی عکاسی کلامِ پروین شاکر کے تناظر میں

وسیم ارشد

معاون شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

صداقت علی عمرانی

پی ایچ۔ڈی اسکالر شعبہ اُردو، مسلم یوتھ یونیورسٹی، اسلام آباد

شہرام ارشد

پی ایچ۔ڈی اسکالر شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

Abstract:
From the ancient times until now, the poetry genre has always been important. Along with men, women have also played their positive role in the creation and construction of literature. He will always be high in literature. Among them, Jilani Bano, Ismat Chaghatai, Razia Faseeh Ahmed, Khadija Mastoor and Hajra Masroor etc, are worth mentioning. These are the women who have rendered valuable services in prose literature, but among them there are also some poets whose right to move forward without mentioning them will be considered a violation of their right. Among these poets, Ms. Ahmadi Begum, Nawab Sadar Mahal, Nawab Queen Wajid Ali Shah, Sultan Begum Shireen and Shahjahan Begum. Among them, Shahjehan Begum Shireen Begum Sahib-e Diwan poetess has passed away. In this article, Parveen Shakir's poetry has been examined in the context of the present era.

Keyword:

پروین شاکر، عصمت چغتائی، ادا جعفری، فہمیدہ ریاض، عشقیہ شاعری، اردو زبان وادب، رومانویت

قدیم زمانے سے لے کر اب تک شعری صنف کو ہمیشہ اہمیت حاصل رہی ہے۔ موجودہ زمانے میں بھی اس اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں نے بھی ادب کی تخلیق و تعمیر میں اپنا مثبت کردار ادا کیا ہے۔ ناول اور افسانے میں بعض نام ور شخصیت گزری ہیں جن کا ذکر اردو ادب میں ہمیشہ بلند و بالا رہے گا۔ ان میں جیلانی بانو، عصمت چغتائی، رضیہ فصیح احمد، خدیجہ مستور اور ہاجرہ مسرور وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ یہ تو وہ خواتین ہیں جنھوں نے نثری ادب میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں ہیں، لیکن ان میں سے چند شاعرات بھی ایسی ہیں جن کے ذکر کے بغیر آگے بڑھنا ان کی حق تلفی سمجھی جائے گی۔ ان شاعرات میں محترمہ احمدی بیگم، نواب صدر محل، نواب ملکہ واجد علی شاہ، سلطان بیگم شیریں اور شاہجہان بیگم ہیں۔ ان میں شاہجہان بیگم شیریں بیگم صاحبِ دیوان شاعرہ گزری ہیں۔ اردو کی سب سے پہلی شاعرہ ماہ لقا چندا بائی کو تسلیم کیا جاتا ہے جن کی شاعری اس دور کی بے مثال شاعری ہے۔ جن کے اشعار میں رومانویت بدرجہ اتم موجود ہے۔ ایک نرم احساس ہے جو نرم پوروں سے سامعین کو چھو کر گزرتا ہے۔ ان کا ایک شعر ملاحظہ کیجیئے:

مری نازک مزاجی کی خبر رکھتا نہیں ہرگز
وہ سنگین دل نہیں ممکن کسی کا ہو کبھی عاشق

جدید شاعرات میں ادا جعفری بدایونی، یاسمین حمید، شبنم شکیل، زہرہ نگاہ، فہمیدہ ریاض، کشور ناہید، نوشی گیلانی اور پروین شاکر کا نام سرِ فہرست ہیں۔ ان جدید شاعرات میں پروین شاکر ایک الگ مقام رکھتی ہیں۔ ان کا منفرد اندازِ بیان، لب ولہجہ اور ان کے فکری رجحانات انھیں اپنی ہم عصر شاعرات سے مختلف کرتے ہیں۔ پروین کا تعلق عہدِ حاضر سے ہے۔ ان کے یہاں تجربات بہت گوناگوں ہیں اور اظہار میں بے باکی پائی جاتی ہے۔ ان کی شاعری بنیادی طور پر عشق کے جذبات و تجربات کی شاعری ہے جو اردو کی عشقیہ شاعری کے سرمائے میں نہایت منفرد اور خوبصورت اضافہ ہے۔ پروین شاکر کا مختصر الفاظ میں تعارف بھی ضروری ہے تاکہ جب عہدِ حاضر میں ان کی تخلیقی کاوشوں پر

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

روشنی ڈالی جائے تو یہ سمجھنا آسان ہو کہ وہ کونسا عہد تھا جن میں پروین شاکر نے تمام عصری تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھ کر اپنی شاعری کو پروان چڑھایا۔ڈاکٹر روبینہ شبنم پروین شاکر کی پیدائش سے متعلق لکھتی ہیں:

> پروین شاکر 24نومبر 1952ء میں کراچی میں پیدا ہوئیں۔والد کا نام سید شاکر حسین تخلص ثاقب تھا۔وہ صوبہ بہار کے ضلع گیا کے شیخوپورہ کے گاؤں کے رہنے والے تھے۔''(1)

پروین کا شمار بچپن سے ذہین طالبہ میں ہوتا تھا۔انھوں نے میٹرک کا امتحان رضویہ گرلز ہائی اسکول کراچی سے پاس کیا۔1971ء میں سرسید گرلز کالج سے انگلش لٹریچر سے بی اے آنرز کیا اور 1972ء میں جامعہ کراچی سے ایم۔اے(انگلش)اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔لسانیات سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔1993ء میں انھوں نے ایم بی اے(ماسٹر ان بزنس ایڈ منسٹریشن)کی ڈگری ہارورڈ یونیورسٹی سے لی اور اسی سال سِول سروس کے امتحان میں کامیابی حاصل کر کے محکمہ کسٹمز سے وابستہ ہو گئیں۔1982ء میں سیکنڈ سیکرٹری سی۔بی۔آر(اسلام آباد)متعین ہوئیں اور اسسٹنٹ ڈائریکٹر ایڈ منسٹر اور پھر ڈپٹی کلکٹر کے عہدے پر فائز ہوئیں۔

پروین شاکر اوّل میں اپنی شاعری کی اصلاح اپنے نانا سے کروایا کرتی تھیں اور بعد میں عرفانہ عزیز سے مشورہ سخن کرنے لگیں۔اس کے بعد احمد ندیم قاسمی کی سرپرستی نے پروین شاکر کے ادبی ذوق کو اور بلندی پر پہنچایا۔اس طرح ان کی شاعری میں اور پختگی آگئی۔ان کی پہلی نظم روزنامہ ''جنگ''میں شائع ہوئی۔آفتاب احمد ان کی شاعری کے سلسلے میں رقم طراز ہیں:

> ''پروین شاکر نے اپنی شاعری کا آغاز خوشبو کے وطن،یعنی خوش رنگ پھولوں،خوشنما رنگوں اور خوش نوا طائروں کی وادی سے کیا،مگر جلد ہی زندگی نے ان کی راہوں میں کانٹوں کے جال بچھا دیے۔کیونکہ وہ طبعاً گلشن پرست واقع ہوئی ہیں۔للذا انھوں نے پھول ہی نہیں چنے کانٹے بھی سمیٹ لیے۔نتیجہ یہ ہے کہ ان کی شاعری میں غم و خوشی کی لہریں بیک وقت ابھرتی ڈوبتی نظر آتی ہیں۔''(2)

پروین شاکر کی شاعری کو عصرِ حاضر کے تقاضے میں دیکھنا اور تلاش کرنا ہے کہ وہ کونسے عوامل تھے جو اس عہد میں ان کی شاعری پر اثر انداز ہوئے اور آج عہدِ حاضر میں آیا کہ ان کی شاعری تمام عصری تقاضوں کو پورا کرتی ہے؟ان کی بیشتر نظموں اور غزلوں میں جو اسلوب اپنایا گیا ہے اس اسلوب کے بعد کے شعرا نے بھی تقلید کی ہے۔لیکن پروین کی شاعری میں تنوع ہے۔ان کی شاعری کسی ایک اسلوب یا موضوع کے گرد نہیں گھومتی ہے۔پروین چونکہ عشری گھرانے سے تعلق رکھتی تھی اسی وجہ سے بچپن سے ہی شعر کے آہنگ کو جزو سماعت بنایا جس کی وجہ سے ان کی شاعری میں انیسؔ کے اشعار غیر شعوری طور پر ان کی لفظیات کا حصہ بن گئے ہیں جس کی وجہ سے سوچے اور بولنے میں اکثر سادہ لفظ و آہنگ کی صورت اختیار کرتے چلے جاتے۔جس سے ان کی شاعری میں سادگی، شگفتگی،سلاست و روانی پائی جاتی ہے۔

چوبیس سال کی عمر میں کوئی ادب کی دنیا میں داخل ہو۔بیالیس سال کی عمر میں جہانِ فانی سے کوچ کر جائے اور ادب کی دنیا میں گہری چھاپ چھوڑے کہ آنے والے شاعروں کے لیے نئے راستے کھل جائیں،ایسا کم ہی ہوتا ہے۔پروین شاکر اردو ادب کی دنیا میں ایک ایسا نام ہے۔کچھ لوگوں کی زندگی پر نظر ڈالیں تو ان پر یہ مصرعے صادق آتے ہیں:

ؔعمر چھوٹی ہے تو کیا
جذبوں کی لو تیز کرو

زبان کی سادگی سے پیدا ہونے والی خوبصورتی،خیالات کا تسلسل،ادائیگی میں بے باکی اور جذبات کا قرض ایمانداری سے اتار دینا یہ صرف اس نظم کی خاصیت نہیں بلکہ پروین شاکر کی پوری شاعری ان ہی خوبیوں سے پیدا ہونے والا ادب ہے۔پروین کو پڑھ کر ایک بار پھر یقین ہو جاتا ہے:

''دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔''

علی سردار جعفری نے 1977ء کے جون۔دسمبر کے گفتگو کے شمارے میں ایک مضمون میں پروین شاکر کی شاعری پر احمد ندیم قاسمی کے خیالات کو درج کیا ہے:

''نہ وہ اپنے آپ کو فریب دیتی ہے اور نہ اپنے قاری سے کچھ چھپاتی ہے۔اس نے محبت کے جذبے کی حیرت انگیز تہذیب کی ہے۔پروین نے اس پامال موضوع کو رفعت بخشی ہے اور اس کی قدامت کو جدت میں بدل دیا۔''(3)

اگر پروین شاکر کو پڑھا جائے اور اس دور کی شاعری کے تناظر میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پروین نے پامال موضوع کو رفعت بخشی ہے۔اس راستے پر شاعروں کی اتنی آمدورفت ہے کہ خیالات دھول کے غبار میں دھندلے ہی نظر آتے ہیں۔حال یہ ہے کہ شعرا حضرات کی کتابیں چھان ماری کہیں کوئی ایک آدھ مصرعہ ہی ہاتھ آتا ہے جس میں خیال کی تازگی ہو یا الفاظ کی جدت نظر آئے۔اس صحرا میں جدت کا پودا لگانا بے حد مشکل کام ہے۔ پروین شاکر کا تعلق ہمارے عہد سے ہے۔اس کے ہاں تجربات بہت گوناگوں ہے اور اظہار میں فطری سطح بھی ہے۔ اس کی شاعری بنیادی طور پر عشق کے جذبات و تجربات کی شاعری ہے جو کہ اردو کی عشقیہ شاعری کے سارمائے میں ایک منفرد اور خوبصورت اضافہ ہے۔

عورت کے عشق کی شاعری کا بھرپور رنگ ہمیں میرا بائی کے ہاں ملتا ہے۔پروین بھی اس رنگ میں اپنا ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔عشقیہ شاعری میں میرا بائی اور پروین دونوں کی کامیابی کے درجے یقیناً مختلف ہوں گے لیکن دونوں کو جس حد تک کامیابی ہوئی اس کا راز دونوں کے اندر عشق کی غیر معمولی صلاحیت میں پوشیدہ ہے۔پروین شاکر نے کہا تھا:

''شاعری اپنے ماحول اور زمین سے پھوٹتی ہے۔ہمارے ہاں میرا بائی کی روایت تو تھی،جہاں عورت شعر کہتی ہے اور اسے اپنے عورت ہونے پر کوئی شرمندگی نہیں ہے اور وہ اپنے محبوب کی شخصیت،اس کے لباس،اس کے مزاج،اس کے طور طریقے سبھی کچھ شعر میں بیان کرتی ہے۔یہ بات آپ کو دکنی شاعری میں بھی ملے گی۔''(4)

پروین شاکر کی تخلیقات کی فضا بھی رنگ و نور میں ڈوبی ہوئی ہے۔ان کی شاعری میں موجود عہد کا عکس واضح دیکھا جا سکتا ہے۔اس نے جن جذبات و خیالات کی اادائیگی میں فن کا سہارا لیا ہے اس میں تہذیب و تمدن اور سماج مانع نہیں ہوتے۔ان کی شاعری میں فطرتِ انسانی کی عکاسی ملتی ہے۔پروین نے انسانی نفسیات کے عشقیہ و جنسی پہلو پر بھی روشنی ڈالی ہے جو آپ کے عہد میں ایک بہت بڑا معمہ بن چکا ہے۔انھوں نے اس کا بیان رمزیت کے ساتھ ساتھ لطیف پیرائے میں کیا ہے۔خوشبو کے حوالے سے اس کی غزلیات جن موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں وہ معاملات عشق،انتظار،وصل و فراق،تجدیدِ وفا،خود اپنی ذات،تیری ذات اور گھر آنگن ہیں۔ان موضوعات میں ایک خاص ربط و ضبط ہے۔دوستوں کے برتاؤ اور سیاسی و سماجی مسائل کو بھی پروین نے اپنی غزلیات میں پیش کیا ہے۔

پروین شاکر نے اپنے عہد میں معاملاتِ عشق کی مختلف کیفیات پیش کی ہیں اسی طرح گویا یہ معاملات آج کے موجودہ دور کے معاملات ہیں۔وہ تمام معاملات و کیفیات جن کا تعلق عشق سے ہے جیسے ابتدائے عشق،اظہارِ محبت،شکوہ و شکایت،ایک دوسرے سے خفگی و ناراضگی جس کے نتیجے میں کبھی یک طرفہ اور کبھی باہمی اجتناب،رقابت کا جذبہ،وصل و فراق اور کبھی کبھی تیری ذات کا تصور،یہ اور ایسے مرحلے ہیں جو عشق کے سفر میں پیش آتے ہیں۔پروین نے عشقیہ شاعری میں حسن و عشق کے تمام مرحلوں کو پیش کیا ہے۔لیکن اس کی شاعری میں انفرادیت ہے۔ان کی شاعری کا رشتہ دو متضاد جنسوں کا نہیں ہے بلکہ اس کے بعد وہ مقام بھی ہے جہاں محبت صرف محبت نہیں رہتی بلکہ زندگی کی ضرورت بن جاتی ہے۔

پروین کی شاعری میں ازدواجی رشتوں کا انعکاس نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔اس کی شاعری میں جس عورت کا تصور ابھرتا ہے اس کا معاملہ کچھ اس قسم کا نہیں ہے کہ عشق کسی اور سے رہا اور ازدواجی رشتوں میں منسلک کسی اور کے ساتھ رہی ہو۔اس کے بارے میں ڈاکٹر روبینہ شبنم رقم طراز ہیں:

''پروین فطرتاً مشرقی ذہنیت کی خاتون ہے،جو نہ صرف اپنے شریک حیات کو بے انتہا چاہتی ہے بلکہ اس کی تخلیق کردہ دنیائے عشق میں وہی اس کا عاشق بھی ہے اور معشوق بھی۔'' (5)

کچھ اشعار کی مدد سے ان معاملات کو سامنے لانے کی کوشش کرتے ہیں جن کا ذکر ابتدائی سطور میں ہے:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

ے کانپ اٹھتی ہوں میں یہ سوچ کے تنہائی میں
مرے چہرے پہ ترا نام نہ پڑھ لے کوئی

ے زباں سے چپ ہے مگر آنکھ بات کرتی ہے
نظر اٹھائی ہے جب بھی تو بولتا ہی لگا

پھر اظہارِ محبت میں ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب کوئی تکلف باقی نہیں رہتا:

ے کون چاہے گا تمہیں مری طرح
اب کسی سے نہ محبت کرنا

پھر جیسا کہ عشق و محبت میں ہوتا آیا ہے کہ درد و غم اور ہجر و فراق دو چاہنے والوں کا مقدر بن جاتا ہے۔ وقت بے رحم ہاتھ ہونٹوں کی مسکان اور آنکھوں کی چمک چھین لیتے ہیں کچھ ایسی ہی کیفیات کی عکاسی ان شعروں میں دیکھی جاسکتی ہے:

ے کیا دکھ تھے کون جان سکے گا نگارِ شب
جو مرے اور تیرے ڈوپٹے بھگو گئے

پروین کی غزلیہ شاعری میں فکر و جذبے کی کشمکش بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ وہ ایک ایسے شخص کی ہم سفر ہے جسے اس کا دل ٹوٹ کر چاہتا ہے لیکن اس کے ساتھ اس کے دوست کا برتاؤ رفاقت آمیز نہیں جس کے باعث اس کے دل و دماغ میں ایک عجیب کشمکش پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ ہی وہ تمام نارسائیوں کے کرب ہیں جن سے آج کی عورت کو بھی واسطہ ہے۔ آج کی عورت بھی اس بے وفائی پر گھٹ گھٹ کر جی رہی ہے۔ دل و دماغ میں ایک خانہ جنگی ہے۔

ے دل اسے چاہیے جسے عقل نہیں چاہتی
خانہ جنگی عجیب ذہن و بدن اب کے

پروین نے اپنے محبوب کے لیے جن جمالیاتی استعاروں کو منتخب کیا ہے ان کو آج کے دور کے شاعر شاید استعمال کرنے سے قاصر ہیں۔ ان میں چاند، ماہتاب اور ستارہ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ اکثر ہجر کی راتوں میں جب اسے اپنے محبوب کا قرب حاصل نہیں ہوتا تو وہ چاند تاروں کے وجود میں اپنے محبوب کے وجود کو محسوس کرتے ہے۔

ے وہ چاند بن کر مرے ساتھ ساتھ چلتا رہا
میں اس کے ہجر کی راتوں میں کب اکیلی ہوئی

پروین کی شاعری میں ہمیں مختلف موضوعات ملتے ہیں کہیں ہجر ہے تو کہیں وصل کبھی وہ انتظار کی دیوی بن کر محبوب کی راہ میں آنکھیں بچھائے نظر آتی ہے تو کہیں اس کا قرب اس کو میسر ہے۔ کبھی محبوب دوست بن کر جلوہ گر ہے تو کہیں ہر جائی ہے۔ لیکن یہ پروین کا اپنا جذبہ ہے یا خود اعتمادی جو اردو ادب میں مختصر دورانیہ میں اس کو بلند مقام پر لے گیا۔ اگر اردو شعر و ادب کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس میں خواتین کی موجودگی نہ ہونے کے برابر ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ ابتدا سے لے کر کلاسیکی دور تک کوئی ایسا نام نہیں آتا جس کی شناخت قابل ذکر قرار دی جاسکے۔ اس کی یہی وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ پہلے کی عورت بہت زیادہ پابندیوں میں جکڑی ہوئی تھی۔ آج کی

نسبت پہلے خواتین کواس قدر آزادی اور سہولت بھی میسر نہیں تھی۔ایسا نہیں ہے کہ اس دور کی خواتین کی خواہش شعر وشاعری اور علم وآگہی سے بے بہرہ تھیں بلکہ بہت سے پڑھے لکھے گھرانوں کی معزز خواتین شعر گوئی کا ذوق رکھتیں تھیں مگر اپنے نام کی تشہیر نہیں کرتیں تھیں کیونکہ اس وقت عورت کا شعر وشاعری پر مائل ہونا بے حیائی اور عیب سمجھا جاتا تھا۔خاندانی اور معاشرتی دباؤ کی وجہ سے اہلِ ذوق خواتین پردوں کے پیچھے گھٹن کی زندگی گزارنے پر مجبور تھیں۔عورتوں کی طرف سے کتابوں اور رسالوں میں کچھ چھپنا تو دور کی بات ان میں اتنی جرات نہ تھی کہ وہ اپنے احساسات کو لفظوں کی زبان میں بیان کرتیں کیونکہ شعر وشاعری کا تعلق عام طور پر طوائف اور بازاری عورتوں سے ہوتا تھا۔لہٰذا معزز خواتین میں شعری ذوق کا پایا جانا معیوب گردانا جاتا تھا لیکن انیسویں صدی سے کچھ خواتین کے ہاتھ سے لکھے عمدہ شعری مجموعہ منظر عام پر آئے۔

جوں جوں زمانے نے کروٹ بدلی، عورتوں نے فن کاری کی دنیا میں قدم جمانا شروع کیا اور شعر وشاعری کے حسن کو اپنے احساسات سے آراستہ کیا۔رفتہ رفتہ یہ شاعرانہ روایت مزید ترقی کرتی ہوئی خواتین کی تخلیق کردہ تفسیات وکیفیات سے ہم آہنگ ہو کر پذیرائی کا سبب بنتی رہی۔اس زمانے میں چونکہ عورتوں کا گھر سے باہر قدم رکھنا دشوار تھا، شعر وشاعری کی محفلوں میں مرد شعراء کے پہلو میں شاعرات کا بیٹھنا خلافِ آداب تصور کیا جاتا تھا۔ہر چند بعض شاعرات رسالوں تک رسائی حاصل کر چکی تھیں لیکن وہ اپنے اصل نام کی بجائے فرضی نام اور تخلص استعمال کرنے پر مجبور تھیں۔ تبدیلی فطرت کا اہم جزو ہوتی ہے، زمانہ بدلتا گیا اور خواتین حضرات بھی شعر وشاعری کے میدان میں مرد شعراء کے برابر کھڑی ہوئیں۔لہٰذا انھوں نے جس انداز سے اپنے جذبات واحساسات اور نفسیات کی ترجمانی کی وہ عورتوں کے مسائل اور معاملات سے ہم آہنگ تھی۔انھوں نے انتہائی فن کارے کے ساتھ مختلف مسائل کو موضوع سخن بنایا اور شاعری پر اپنے انفرادی نقوش مرتب کیے۔

پروین شاکر نے جس عہد میں قلم اٹھایا اور جن مسائل کو موضوع بحث بنایا وہ آج کے عہدِ حاضر کے مسائل دکھائی دیتے ہیں۔گویا آج کے دور کو انھوں نے اس دور میں پیش کیا ہے۔ان کا خاندان بھی شعر وشاعری کا دلدادہ تھا لہٰذا انھوں نے پروین شاکر کی اصلاح بھی کی اور مشاعروں میں شرکت کے لیے راہیں بھی ہموار کیں۔

ایسا ہر گز نہیں کہ جن موضوعات ومحرکات پر پروین شاکر نے قلم اٹھایا وہ دوسروں کی گرفت سے محروم تھے، باوجود اس کے پروین شاکر نے جس جدت آرائی اور لب ولہجہ کی بے ساختگی کا انداز اختیار کیا، وہ انھیں اپنے ہم عصروں سے الگ نہیں کرتا بلکہ اولیت کے درجے پر لا کھڑا کرتا ہے۔

غزل کے لب ولہجہ کے اعتبار سے دیکھا جائے تو وہ کافی بے باک نظر آتی ہیں۔اردو شاعری میں پہلی دفعہ کسی عورت نے اس قدر بے باکی سے کسی مرد کو اپنا محبوب ظاہر کیا ہے۔ویسے تو ہندی شاعری میں محبوب مرد ہوتا تھا اور عورت کی طرف سے اظہارِ عشق کیا جاتا تھا لیکن مرد شاعر اظہارِ جذبات میں حقیقت نگاری سے قاصر رہتے تھے، اس میں رومانیت نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ریختی بھی لکھی گئی لیکن اس میں غیر اخلاقی مضامین کی بھر مار تھی۔اس کی حیثیت شائستگی اور تہذیب کے نام پر ایک بد نما داغ کی سی تھی۔پہلی دفعہ عورت نے اس قدر بے باکی سے کسی مرد کو اپنا محبوب جان کر اپنے لطیف جذبات کا جس حسن ودلآویزی سے اظہار کیا ہے وہ ان کا امتیازی رنگ ہے۔

اُردو کی روایتی شاعری میں اور آج کے موجودہ دور میں بھی مرد شعراء نے عورت کو بے وفائی، سنگدلی وغیرہ جیسی صفات کا حامل ظاہر کیا۔طعنے دیئے، شکوے کیے لیکن پروین شاکر پہلی ایسی شاعرہ ہیں جنھوں نے مرد ہرجائی پن، بے التفاتی اور سنگدلی کو نسوانی لب ولہجے میں ظاہر کیا۔اساتذہ غزل کے یہاں یہ وایت چلی آرہی ہے کہ رقیب و روسیاہ ہمیشہ مرد تھا لیکن پروین شاکر کے یہاں ایک عورت ہے۔غزل کے روایتی انداز کے برخلاف یہ ایک بڑی تبدیلی ہے۔

پروین شاکر نے غریب طبقے کی زندگیوں کو درد بھری نظروں سے دیکھا اور محسوس کیا ہے۔عہدِ حاضر کے حالات سے دم بخود ہونے اور زندگی کے بوجھ کو ڈھوتے رہنے کے کرب کا اظہار کیا گیا ہے۔ان کی نظم (I.D.C) کی ڈائری میں زندگی کے پیچ وخم کو دیکھا جا سکتا ہے، جہاں ایک کلرک کی زندگی کا نقشہ دکھایا گیا ہے۔آج کے موجودہ دور میں بھی کلرک کو غریب طبقے کا نمائندہ کردار سمجھا جاتا ہے۔ زندگی کی گاڑی بمشکل گھسیٹ گھسیٹ کر چلاتا ہے۔اس کی زندگی ایک ہی ڈگر پر تا عمر گزرتی ہے۔اس کی واحد عیاشی ٹوٹی پھوٹی پیالی ہے جس میں وہ چائے پیتا ہے اور سگریٹ بھی وہ اپنی جیب سے نہیں پی سکتا۔وہ اپنے کسی دوست سے مستعار لیتا ہے۔افسروں کی مرضی کے مطابق فائلوں پر فلیگ لگاتا ہے۔گھر بھی شاید کرایہ کا ڈربہ نما ہے۔جو کسی جہنم سے کم نہیں ہے۔اس کی ساری عمر تنخواہ میں معمولی اضافے اور پراویڈینٹ فنڈ کا حساب کرتے بیت جاتی ہے۔اپنے خوابوں کو تھپکی دے کر سلا دیتا ہے۔اس کلرک کے تناظر میں ہمارے عہدِ حاضر کے تمام غریب سرکاری ملازموں کی عکاسی کی گئی ہے۔اس نظم میں چھپا غم پروین کے گہرے مشاہدہ کا مظہر ہے مثلاًان کا یہ جملہ دیکھیئے:

’’اپنے وجود سے شرمندہ چپڑاسی ان فائلوں کی مانند ہے جنھیں خدا مارک کرنا بھول گیا ہے۔‘‘(6)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

پروین شاکر نے ہمیشہ استحصال کو کسی نہ کسی شکل میں پیش کیا ہے۔پروین کی ساری شاعری کسی نہ کسی عہد اور رواج کی نمائندہ شاعری ہے۔ کہیں عورت کی آواز ہے، کہیں مرد کی، کہیں نوخیز دوشیزہ کی اور کہیں ایک محب وطن ہے۔ گویا اپنی ساری شاعری میں وہ ایک تحریک کے طور پر متعارف ہوتی رہیں۔اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کی شاعری عہد حاضر کی شاعری ہے۔چونکہ پروین ایک عورت تھی اس لیے اس کی شاعری میں عورتوں کے ساتھ ہونے والے تمام معاملات کی عکاسی ملتی ہے۔عورت کے ساتھ صنفی امتیاز برتنے کے خلاف ایک عظیم نظم ''بشیرے کی گھر والی'' ہے جس میں ایک پسماندہ سے طبقہ سے تعلق رکھنے والی ایک غریب لڑکی کی ساری بدحالی اور مفلوک الحال زندگی کا نقشہ نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔پروین شاکر اس بات کا گہرا شعور رکھتی ہیں کہ کس طرح ہمارے معاشرے میں لڑکا اور لڑکی میں امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے اور ہر معاملے میں لڑکے کو لڑکی پر ترجیح دی جاتی ہے۔آج بھی ہمارے معاشرے میں بیٹے کی خواہش رکھی جاتی ہے۔ چھوٹی سی عمر میں اپنی قد سے بڑی جھاڑو اس بچی کو تھمادی جاتی ہے۔اپلے تھاپنا اور گائے کو گھاس ڈالنا اس کا مقصد بنتا ہے۔جب کہ مکھن کی ٹکیہ اس کے بھائی کے نصیب میں لکھی جاتی ہے۔اسے صرف جھوٹا موٹا پہننے کو دیا جاتا ہے۔گھر کے لوگوں کی خدمت اور تابعداری کا درس دیا جاتا ہے۔اسے پتہ ہی نہیں چلتا کہ کب ذمہ داریوں کی بھیڑ میں بچپن رخصت ہوا اور جوانی دستک دینے لگی۔ابھی وہ بے فکری سے دل بھی سنبھال نہیں پائی ہوتی تو والدین کو اس کی شادی کی فکر کھانے لگتی ہے۔اس کا باپ اپنے من کا بوجھ کہیں دوسرے مرد کے تن پر اتار دیتا ہے۔جہاں اسے ایک مشکل صورت حال سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔اس طرح صرف گھر بدلا جاتا ہے۔اس کی مشقت وہاں بھی کولہو کے بیل کی طرح جاری رہتی ہے۔ماہ و سال جوانی کے گزرتے چلے جاتے ہیں اسی فکر و غم میں۔اس کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف دوسروں کی خوشی کا خیال کرنا ہے۔

شاعرہ نے عورت کی اس بے بسی کو تمثیلی انداز میں پیش کیا ہے۔یہ تمام مسائل آج بھی دیہات میں عورتوں کو درپیش ہیں اور اس مرد اساس معاشرے میں عورت کے ساتھ آج بھی ایسا ہی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔جہاں وہ گھٹ گھٹ کر زندگی کی سانسیں لے رہی ہے۔پروین کی اس نظم میں اسی بے بسی کی بہترین عکاسی ہے:

ہے رہے تیری کیا اوقات!
دودھ پلانے والے جانوروں میں
اے سب سے کم اوقات
ڈھوروں ڈنگروں کو بھی
جیٹھ اساڑھ کی دھوپ میں
پیڑ ے تلے ستانے کی آزادی ہوتی ہے(7)

عورتیں چاہے شہر کی ہوں یا دیہات کی آج بھی مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔موجودہ عہد میں مہنگائی کی بڑھتی ہوئی شرح کی وجہ سے عورت گھر کے کام کاج کے علاوہ باہر بھی کام کرتی ہوئی نظر آرہی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ پروین شاکر کی شاعری میں نسوانی ہمدردی بہت زیادہ ہے اور موجودہ عہد کی عورت اس ہمدردی میں اپنا کتھارسس کرتی نظر آتی ہے۔پروین کی بے شمار نظمیں موجودہ عہد کے تناظر میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ان کی ایک نظم ''ایک دفنائی ہوئی آواز'' میں بھی کم و بیش یہی صورتِ حال ملتی ہے۔اس میں ایک کیفیت کا ذکر کیا جاتا ہے کہ جب ذہن و دل ہم آہنگ نہ ہوں تو مادی آسائشیں بھی سکون نہیں دیتی ہیں۔ہوسکتا ایک ان پڑھ خاتون کے لیے یہ چیزیں اہم ہوں۔لیکن تعلیم یافتہ خاتون کی ذہنی آسودگی ان چیزوں سے ہو نہیں پاتی۔حساس خاتون کے لیے مرد کے ساتھ ذہنی و جذباتی ہم آہنگی ضروری سمجھی جاتی ہے۔

پروین شاکر کی زندگی بھی اسی المیے سے دوچار رہی۔وہ ایک حساس طبیعت کی شاعرہ تھی جبکہ اس کا شوہر ڈاکٹری کے پیشے سے منسلک تھا۔وہ شاعرہ کے احساسات کے مطابق اس سے روابط نہ رکھ پایا جو بعد میں علیحدگی کا باعث بن گیا۔شاعرہ نے اس کا اظہار اس شعر میں کیا ہے:

میری قسمت میں فقط دردِ تہہ ساغر ہی ہے
اوّل شب جام میری سمت وہ لایا نہیں

اس میں شاعرہ نے بہت گہری بات کی ہے۔ عورت کو اللہ نے احساسات کے ساتھ ساتھ احساسات کو چھپانے کا بھی ملکہ دیا ہے۔ وہ خود سے اظہار نہیں کرتی لیکن چاہتی ہے کہ نرم پوروں سے اس کے احساسات کو گدگدایا جائے۔ درج بالا شعر میں اسی دکھ پر تاسف کا اظہار کیا ہے کہ پہلے دن سے ہی اس کے شریکِ سفر نے اس کے احساسات کی آواز کو نہیں سُنا۔ اس کی اندر کی آواز بار بار پکارتی رہی کہ کچھ تشنگی باقی ہے۔ اسی طرح کی آواز ان کی نظم ''ایک دفنائی ہوئی آواز'' میں بھی سنائی دیتی ہے۔ اس نظم میں ایک عورت کی نفسیاتی الجھن دکھائی دیتی ہے۔ نظم ''ایک دفنائی ہوئی آواز'' کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

پھولوں اور کتابوں سے آراستہ گھر ہے
تن کی ہر آسائش دینے والا ساتھی
آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والا بچہ
لیکن اس آسائش اور ٹھنڈک کے رنگ محل میں
جہاں کہیں جاتی ہوں
بنیادوں میں بے حد گہری چُنی ہوئی
ایک آواز برابر گریہ کرتی ہے
مجھے نکالو!
مجھے نکالو! (8)

آج کے ہمارے موجودہ عہد میں بھی طلاق کی شرح میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ وجہ یہ ہی ہے کہ ذہنی و قلبی میلان کا فقدان ہے۔ مرد کبھی احساسات کی پرواہ نہیں کرتا اور ناروا سلوک رکھتا ہے جس سے باہمی قربت میں روز بروز کمی آتی جاتی ہے اور نتیجہ علیحدگی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ ان کی ساری شاعری عورت کے نفسیاتی منظر نامے کی ترجمانی کرتی ہے کیونکہ انھیں عورت کی نفسیات کا تجزیہ کرنے میں کمال حاصل ہے۔ ان کی شاعری ہر عہد کی شاعری ہے۔ ان کی شاعری ہر طرح کے حریفانہ اور سستے قسم کے جذباتیت سے آلودہ نہیں ہے۔ گلزار جاوید کو انٹرویو میں بڑی خوب صورت بات کہتی ہیں:

''عریانی اور فحاشی جیسے الفاظ اپنی وقعت کھو بیٹھتے ہیں آپ کو عمر عزیز کے جس حصے میں ہیں وہ عورت کا انتہائی دل کش دور ہوتا ہے۔'' (9)

پروین کی شاعری ہر طبقے ہر عہد کی عورت کی شاعری ہے۔ وہ عورت چاہے مزدور پیشہ عورت ہو یا اعلیٰ سوسائٹی سے تعلق رکھنے والی خاتون، ان پڑھ گھریلو عورت ہو یا اعلیٰ عہدے پر فائز سب کے اپنے مسائل اور المیے ہیں۔ اس کی قسمت کے ہیر پھیر ہیں۔ مرد اساس معاشرے میں عورت کو ہمیشہ کمزور سمجھ کر دبا دیا جاتا ہے حالانکہ اللہ نے اس کو بڑا ظرف اور کمال وسعت عطا کیا ہے۔ مرد اُس کو سمجھنے میں غلطی جانے کیوں کرتا ہے حالانکہ اس کے وحشت کے پانی کو ایک گوشت پوست کا انسان بنا کر دیتی ہے۔ تخلیقی مراحل سے گزرتے ہوئے جانے کس کرب سے گزرتی ہے۔ لیکن عورت پھر بھی ناتواں اور کمزور سمجھ کر کچل دی جاتی ہے۔ کبھی روایت کی بلی چڑھ جاتی ہے تو کبھی عزت کی خاطر موت کے گھاٹ اتار دی جاتی ہے۔ ہمیشہ عزت کے نام پر قتل عورت کا ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ پروین شاکر اسی بے بسی پر کڑھتی ہے اور اس کا جابجا اظہار اپنی شاعری میں مختلف نظموں کے ذریعے کرتی ہے۔ آج جبکہ موجودہ دنیا ترقی کے بامِ عروج کے زینے طے کرتی ہوئی نظر آتی ہے بظاہر عورت بھی مردوں کے شانہ بشانہ زندگی کی پر شاہرہ پر ساتھ کھڑی ہے لیکن پھر بھی اس کی تحقیر و تذلیل کے طریقے نئے ہیں۔ مگر نوعیت وہی پرانی ہے جو صدیوں پہلے تھی۔ ''صرف ایک لڑکی'' میں تمثیلی انداز میں شاعرہ عورت کو سماج کے خود ساختہ رسم و رواج میں جکڑی ہوئی عمر قید کی ملزم بتاتی ہے۔ بچپن اس کا گڑیا کھیلنے میں گزر جاتا ہے لیکن جوانی پھر اسے انجان لوگوں اور انجان ماحول میں گزارنی پڑتی ہے۔ جہاں وہ اپنی خواہشوں پر صبر کرتی ہے اور فرائض اور ذمہ داریوں کے ایک لامتناہی سلسلے میں پھنس کر اپنے آپ سے دور ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس کا بچپن اس کے سہانے بے فکرے دن وقت کی بھول بھلیوں میں گم ہو جاتے ہیں۔ اسی نظم کی ایک کڑی ''نک نیم'' میں بھی نظر آتی ہے۔ وہ عورت جس سے کائنات میں حسن ہے وہ اپنی حقیقت سے بھی آگاہ ہے۔

حوالہ جات

1۔ روبینہ شبنم،ڈاکٹر،اردو غزل کی ماہ تمام پروین شاکر،بھارت آفسٹ،دہلی،2004ء،ص:95

2۔ آفتاب احمد،ڈاکٹر،چہار سو،ماہنامہ راولپنڈی،جلد:3،شمارہ26۔27،ستمبر۔اکتوبر1994ء،ص:32

3۔ علی سردار جعفری،نئی خوشبو،چہار،ماہنامہ راولپنڈی،جلد:3،شمارہ26۔27،ستمبر۔اکتوبر1994ء،ص:22

4۔ سہ ماہی اسباق،فروری تا ستمبر95،ص:51

5۔ روبینہ شبنم،ڈاکٹر،اردو غزل کی ماہ تمام پروین شاکر،ص:7

6۔ پروین شاکر،انکار،مراد پبلی کیشنز،اسلام آباد،1995ء،ص:157

7۔ ایضاً،ص:152

8۔ ایضاً،ص:35

9۔ گلزار جاوید،براہ راست،چہار سو،ماہنامہ،راولپنڈی،جلد3،ستمبر۔اکتوبر1994ء،ص:5